مثنوی شریف

فروزانفر کی شرح کے مقدمات سے اقتباسات

مترجم۔ محمد ریاض

[۷۔مئی ۱۹۷۰ع کو ایران کے نامور فاضل استاد بدیع الزماں فروز انفر کا ۶۸ برس کی عمر میں انتقال ہو گیا ۔ مرحوم پاکستان دوست اقبال شناس اور حکمت مولانائے روم رہ کے زبردست محقق تھے اور اس کام میں ان کی عمر کے چالیس سال صرف ہوئے۔ علامہ اقبال کے فکروفن پر مرحوم نے متعدد بار تقاریر کیں اور ان کی معنی خیز تقریر کا ایک نمونہ اپریل ۱۹۶۹ء کے اقبال ریویو کراچی میں چھپ چکا ہے۔ وہ اقبال کو ''مثیل مولانائے روم'' کے لقب سے یاد فرماتے اور رومی کا بہت بڑا روحانی تلمیذ و ترجمان مانتے تھے۔ پاکستان کے علمی اداروں سے ان کو بڑی توقعات تھیں وہ جنوری ۱۹۶۴ء میں آخری بار پاکستان تشریف لائے اور مغربی پاکستان کی مختلف علمی مجالس سے خطاب کیا۔ کراچی میں اقبال اکادمی، انجمن ترقی اردو اور ادارہ تحقیقات اسلامی (حال اسلام آباد) ان کی توجہ کا خاص مرکز تھے۔

زندگی کے آخری تین سال فروز انفر مرحوم نے ''مثنوی رومی'' کی شرح لکھنے میں گزارے اور دفتر اول کے تقریباً تین ہزار اشعار کی شروح (تین جلدوں میں) مترجم کے پاس موجود ہیں اور دست اجل نے انہیں یہیں تک لکھنے کی مہلت دی۔ یہاں ہم متخصص مثنوی کی اس شرح کی تینوں جلدوں کے مقدموں کے چیدہ چیدہ اقتباسات کو اردو میں منتقل کر کے پیش کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ بطور نمونہ مثنوی رومی کے پہلے شعر کی شرح کا ترجمہ بھی۔ یہ مقدمے استاد کے وسعت مطالعہ، ان کی قابلیت اور مثنوی شریف پر انگریزی، ترکی، عربی اور فارسی میں لکھی جانے والی شروح کا آئینہ دار ہے اور قارئین کرام مشاہدہ فرمائیں گے کہ واقعی '' دریائے معارف '' کا مصداق ہے (مترجم) ۔]

''حمد بہ خدا و درود بر رسول صلعم'' - تقریباً چالیس سال ہو گئے کہ خدائے تعالیٰ کی توفیق اور حضرت مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ کی پر

جذب وکشش روحانی قوتوں کے وسیلے سے میں مثنوی شریف کے مطالعہ میں مصروف اور اس دریائے معارف میں حقائق ابدی کے گوہر تلاش کرنے کی خاطر غوطہ زن ہوں ۔ اس دوران میں نے عرفان و فیض کے اس معدن کو متعدد بار دیکھا اور اس الہام انگیز کتاب کی قابل ذکر شروح اور بزرگان گذشتہ کی بحثوں کو بغور مطالعہ کیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مولانا کے حالات سے بتفصیل مطلع ہونے اور ان کے افکار کی منظم تفہیم کی غرض سے میں نے سوچا کہ مثنوی کے مطالب کی ایک فہرست مرتب کر لی جائے ۔ اس بات سے محترم قارئین کو آگاهی ہو گی کہ دوسری کتب کی مانند مثنوی شریف ابواب وفصول میں منقسم نہیں ہے۔ اس کتاب کا اسلوب قرآن کریم کے تتبع میں اس طرح کا ہے کہ معارف اصول عقاید، قواعد فقہ اور مختلف احکام و نصائح ایک بے نظیر حکمت سے مربوط ہیں۔ مثنوی شریف کا یہ اسلوب کتاب آفرینش کے مشابہ ہے، دوسرے مصنفین ومؤلفین کی کتابیں اس وصف سے عاری ہیں۔ فلسفیانہ افکار، اصول تصوف اور علوم اسلامی کے حقائق اس کتاب میں یوں بکھرے ہوئے ملتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مولانا ایک مطلب کو دفتر اول میں اجمالاً ذکر کریں اور اس دفتر کے کسی مقام پر یا کسی دوسرے دفتر میں اس کی تفصیل پیش کریں- اس خاطر جو کوئی مولانا کے بیان کردہ سارے مطالب پر نظر نہ رکھے وہ ان کی بات کو سمجھ نہ سکے گا۔

مہر ماہ ۱۳۲۴ ہجری شمسی میں میں نے یہ کام شروع کر دیا تھا۔ اس کام کی خاطر ہرروز کئی گھنٹے مخصوص کرلئے اور اسطرح اسفند ۱۳۲۵ ہجری شمسی میں اس وقت کی اپنی معلومات اور سلیقۂ کار کے مطابق مثنوی کے مطالب کو مرتب کرکے شائع کروایا ۔ یہ فہرست مطالب بڑی مفید رہی مگر جلد ہی مجھے یہ احساس ہوگیا کہ مثنوی شریف کے مطالب اتنے متنوع اور گسترده ہیں کہ اس بضاعت مزجاة سے ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے ۔ جس قدر مطالعہ بڑھتا گیا اسی قدر اپنے کام کے نقائص معلوم ہونے لگے ۔ میں اپنے آپ کو اس شخص کی طرح محسوس کررہا تھا جس نے دریائے ژرف و بے کراں سے چند خذف ریزے چن رکھے ہوں اور ان کو موتی سمجھ رہا ہو ۔ باربار کے مطالعہ اور تجدید نظر نے مجھے اس بات کا قائل کر دیا کہ مولانا اپنے عصر کے متداول علوم و معارف میں متبحر تھے اور اپنی دوربین اور پردہ شگاف فکر و نظر کی مدد سے وہ ہمارے زمانے تک کے کئی مسائل درک فرما گئے بلکہ اس دور سے بھی بہت آگے نکل گئے ۔ ۔ ۔ ۔

مذکورہ فہرست کی تنظیم و ترتیب کے دوران مجھے گذشتہ بزرگوں کی کتب اور ان کے سلیقہ معلومات سے مستفید ہونے اور ان کے مطالب کو پرکھنے کا موقع ملا ۔ اس قسم کا استفادہ اسی کو ملتا ہے جو ایک حالت پر قانع نہ ہو اور نت نئی کاوش میں مصروف ہو۔ اس سلسلے میں دو کتابوں کا ذکر کردوں : ایک کاشفی ہروی کی ''لب لباب'' اور دوسری قاضی تلمذ حسین کی ''مرآۃ المثنوی''۔ پہلی کتاب میں شریعت، طریقت اور حقیقت کے انوار و لوامع ملتے ہیں۔ مؤلف نے بڑی محنت کی ہے اور صوفیہ و مشائخ کے اقوال و بیانات سے خوب استفادہ کیا ہے لیکن مولانا کے بیان فرمودہ فلسفیانہ، نفسیاتی، اجتماعی، متکلمانہ اور تعلیمی مسائل کو وہ بیان نہیں کرسکا ہے۔ دوسری کتاب کی ترتیب میں بڑی قابل تعریف محنت کی گئی ہے ۔ اس کتاب میں مولانا کی آراء و افکار کا خوب تجزیہ کیا گیا مگر زیادہ تر مذہبی و اخلاقی مطالب کو ہی احاطہ کیا گیا ہے۔

مثنوی شریف میں کثرت مضامین، انتقال موضوعات کی سرعت اور مولانا کے بیان کا حسن مہارت اس درجہ کا ہے کہ قاری سرگرداں ہو جاتا ہے۔ قاری نہایت خلوص آمیز سعی سے ان مطالب کے پیچھے بھاگتا ہے مگر صرف جزئیات کو احاطہ کر پاتا ہے ۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی ہوائی جہاز یا کسی اور تیز رفتار چیز پر سواری کرتا ہوا گزر جائے اور ارد گرد کی چیزوں کا کماحقہ مطالعہ نہ کر سکے ۔ مثنوی شریف کے بارے میں یہ میرا ذاتی تجربہ ہے اور اس لئے جس کسی نے بھی اس کے مطالب کو احاطہ کرنے کی کوشش کی ہو یا کر رہا ہو،اس کا کام نقص پذیر ہی رہے گا۔ اس دشواری کے باوجود مجھے 'لب لباب' 'مرآۃ مثنوی' اور خود اپنی مرتب کردہ فہرست مطالب سے بڑا فائدہ پہنچا ہے۔

فہرست مطالب کی ترتیب سے قبل ، میں سوچتا تھا کہ گذشتہ شروح پر اعتماد کرنے کے بجائے مثنوی شریف کو خود مولانا کی دوسری تصانیف نیز معتبر مآخذات کی مدد سے سمجھا جائے۔ مآخذات سے مراد قرآن مجید اور احادیث رسول صلعم کے علاوہ دینی، صوفیانہ، ادبی اور متکلمین و فلاسفۂ اسلام کی کتابیں ہیں ۔ خود مولانا کی دوسری کتابوں میں ''دیوان کبیر'' اور ''فیہ ما فیہ'' کے ایران اور ہندوستان کے مطبوعہ نسخے ناقص اور ناقابل اطمینان تھے ۔ اس خاطر میں نے ترکی سے ان کتابوں کے مخطوطات حاصل کئے اور ان کی تصحیح میں لگ گیا ۔ فیہ ما فیہ کو مع حواشی ۱۳۳۱ھ ش میں اور دیوان کبیر کو گیارہ سال کی مدت (۱۳۳۱ - ۱۳۴۵ھ ش)میں تصحیح کرکے دس جلدوں میں راقم الحروف نے

شائع کروایا ہے ۔ کام کی تکمیل کی خاطر میں نے ان کتابوں اور مثنوی کے مشترکہ مضامین کی فہرست مرتب کرلی اور مولانا کے افکار کو سمجھنے کی خاطر یہ کام بڑا ھی مفید رھا۔ مولانا کے مکتوب اور مجالس سبق (مطبوعہ ترکی) سے بھی میں نے ایسا ھی استفادہ کیا ہے ۔

میں نے مولانائے روم کے والد سلطان العلما (بہاءالدین) کے ''معارف'' اور مولانا کے پہلے پیر برهان الدین محقق ترمذی کے '' معارف '' کو متعدد مخطوطات کی مدد سے ایڈٹ اور مع تعلیقات کے شائع کروایا اور پھر ان کتابوں اور مثنوی شریف کے مشترک مضامین کی فہرست بھی مرتب کی ۔ ''معارف سلطان العلما'' (چار جلد) ۱۳۳۳ - ۱۳۳۸ھ ش میں اور ''معارف محقق ترمذی'' ۱۳۳۹ھ ش میں ایران کی وزارت تعلیم نے شائع کیں۔ ''مقالات شمس تبریزی'' کی تصحیح و تحشیہ کے کام کو میں نے مکمل کرلیا ہے مگر ابھی چھپوا نہیں سکا ہوں ۔ اس کتاب کی کیفیت اور مخطوطات کی موجودگی کو میں نے اپنی کتاب ''شرح حال مولانائے روم (تہران ۱۳۳۳ھ ش صفحہ ۲۱ - ۲۱۱) میں بیان کردیا ہے۔ ان مقالات نے الفاظ، تعبیرات، قصص اور مضامین کے اعتبار سے ''مثنوی شریف'' پر بڑا ھی گہرا اثر ڈالا اور اس کتاب کی کئی مشکلات کا حل آن مقالات کی تفہیم میں مضمر ہے ۔ ان مقالات کی فہرست مطالب کو ''مثنوی شریف'' سے تقابل کرنے کی خاطر میں نے ترتیب دے رکھا ہے ۔

جن کتابوں کا میں نے اوپر ذکر کیا یہ مولانا کے افکار کے اصل سرچشمے ھیں۔ ان کے علاوہ کتنی ھی تفاسیر، احادیث، فقہ، فلسفہ، تصوف ' امثال و قصص کی کتابیں ھیں جو مثنوی شریف کی تالیف سے قبل یا مولانا کے عہد تک لکھی گئیں ان سب کو خاکسار نے مطالعہ کیا اور ضروری یاد داشتیں مرتب کرلی ھیں۔ اگر آپ نمونے دیکھنا چاہیں تو میری دو کتابیں ''مآخذ قصص و تمثیلات مثنوی'' (تہران ۱۳۳۳ھ ش) اور ''احادیث مثنوی'' (تہران ۱۳۳۴ھ ش) ملاحظہ فرمالیں ۔ مگر موجودہ شرح کچھ ایسے نئے مآخذ و مطالب کی سعی کی حامل ہوگی جو مذکورہ کتابوں کی تالیف کے بعد مجھے ھاتھ لگے ھیں ۔

گزشتہ بزرگوں میں سے جن حضرات کی تصانیف نے مولانا پر اثر ڈالا ہے، ان میں حجۃ الاسلام امام محمد غزالی سر فہرست ھیں۔ ''احیاء علوم الدین'' کو مولانا (رومی) نے اکثر پڑھا ہے اور اس خاطر اس کتاب کے مطالب کی ایک فہرست بھی مجھے مرتب کرنا پڑی تاکہ اپنی نارسا عقل کے مطابق مثنوی شریف کو سمجھ سکوں۔

ایسا ہی کام میں نے محی الدین ابن عربی کی 'الفتوحات المکیہ' اور کئی دیگر کتب متصوفہ کے سلسلے میں انجام دیا ہے ۔ حکیم سنائی اور فرید الدین عطار نیشاپوری کی کتب کو متعدد بار پڑھا اور ان کے مطالب کا مثنوی کے ساتھ ایک جداگانہ تقابلی مطالعہ کیا ہے ۔ ضمناً اس بات کا ذکر کردوں کہ سنائی اور عطار کی کتب خصوصاً ''حدیقہ الحقیقہ'' ''تذکرۃ الاولیاء'' اور ''منطق الطیر'' مولانا نیز ان کے دوستوں اور مریدوں کے زیر مطالعہ رہی ہیں اور جب حسام الدین چلپی کی گزارش پر مولانا نے مثنوی شریف لکھنا شروع کی تو عطار کی منطق الطیر کی بحر رمل مسدس مقصور یا محذوف کو ہی اختیار کیا ہے ۔

جن کتب اور مآخذ کا ذکر کیا گیا، یہ خود بینی اور اظہار فضل کی خاطر نہیں ہے۔ میں اپنی کوششوں اور مثنوی کی عظمت کا ذکر کررہا ہوں ۔ میں نہایت صراحت اور صدق و صفا کے ساتھ معترف ہوں کہ ابھی پہلا ہی قدم اٹھا سکا ہوں ۔ میں ابھی مولانا کے اسرار معنوی میں سے کسی ایک سر پر بھی کما حقہ' عبور نہیں رکھتا اور ان کے مکتبہ' فکر کا طفل ناآموز ہوں ۔ ابھی تک حرف تہجی سیکھتے سیکھتے گھبرا گیا ہوں اور قدم آگے بڑھتا ہی نہیں ہے۔ بہرحال مثنوی شریف کی شروح میں سے مندرجہ ذیل کتابوں سے میں نے خصوصی استفادہ کیا ہے:

۱) احمد رومی نامی ایک مؤلف کی شرح جس کے حالات مجھے فی الحال معلوم نہیں ہو سکے البتہ وہ سلطان ولد (متوفی ۷۱۲ھ) اور ان کے فرزند جلال الدین فریدوں عارف (۶۷۰ - ۷۱۹ھ) کا معاصر تھا ۔ اس شرح کی ۸۰ فصول ہیں ۔ شارح قرآن مجید کی کوئی آیت یا کسی حدیث رسول صلعم کو نقل کرکے اس کی شرح کرتا اور پھر مثنوی شریف کے چھ ایسے اشعار پیش کرتا ہے جو ان مطالب سے مربوط ہوں اس طرح آیت یا حدیث کی شرح میں وہ مثنوی معنوی کے منقولہ اشعار کی شرح لکھ ڈالتا ہے ۔ یہ کتاب ۷۲۰ ہجری میں، مولانا کے وصال کے ۴۸ سال کے بعد اور ان کے فرزند سلطان ولد کی وفات کے صرف ۸ سال بعد لکھی گئی ہے ۔ اگرچہ زیادہ مطالب فکر انگیز نہیں پھر بھی بظاہر یہ پہلی کتاب ہے جس میں مثنوی شریف کے مطالب کی عظمت اور ان کو سمجھانے کی کوشش کا اظہار کیا گیا ہے۔ چونکہ مؤلف مولانا کے جانشینوں سلطان ولد اور عارف چلپی کا معاصر تھا، اس خاطر اس کتاب میں بیان شدہ معانی لائق توجہ ہیں۔ البتہ یاد رہے کہ اس سے قبل خود مولانا نے اور پھر سلطان ولد نے مثنوی کے بعض اشعار کے مطالب لکھے ہیں۔ میں انشاءاللہ ان اشعار کی شرح میں خود حضرت مولانا اور

ان کے نامور فرزند کی گفتار کو نقل کروں گا۔ اس شرح مثنوی شریف کے دو مخطوطے اس راقم ضعیف کے پاس موجود ہیں۔

ب) کمال الدین حسین بن حسن خوارزمی (م - ۸۴۵ ھ) کی ''جواهرالاسرار و '' ظواهر الانوار ''۔ مصنف مشہور صوفی ابوالوفا خوارزمی (م جمعہ ۴ رجب ۸۳۵ ھ) کے مرید اور اپنے پیر کی مانند مولانا کے عشق سوزاں کی آگ سے حرارت کا جویا تھا۔ اس مؤلف نے پہلے مثنوی شریف کی بحر متقارب میں منظوم شرح لکھی جس کا نام ''کنوز الحقائق فی رموز الدقائق '' ہے۔ اس کے بعد دوستوں اور مریدوں کی خواهش پر اس نے مذکورہ شرح لکھی اور اسے ظہور الدین ابراهیم سلطان (ابن شاہرخ، تیمور گرگانی کے پوتے) کے نام معنون کیا۔ کتاب کا آغاز ۸۳۳ ھ سے پہلے ہوا۔ مؤلف نے دفتر اول کی شرح مکمل کی اور پھر کچھ عرصے کے بعد دفتر دوم اورسوم کی شرح لکھی اور بظاهر باقی تین دفتروں کی شرح لکھنے کا اسے موقع نہیں مل سکا ہے۔ شرح شروع کرنے سے قبل اس نے مشائخ طریقت کے حالات بیان کرنے، صوفیہ کی اصطلاحات جمع کرنے اور تصوف وعرفان کی بحثیں چھیڑنے میں دس مقدمے لکھے ہیں۔ پہلے مقدمہ میں صوفیائے سندھ و ھند کے خرقۂ فقر کی حضرت علی سے اسطرح نسبت بیان کی ہے کہ اسے قبول کر لینا مشکل ہے۔ پھر مولانائے روم کے ابتدائی حالات مندرج کئے ہیں۔ دوسرے مقدمہ میں صوفیا کی اصطلاحات اور مشائخ کی شرح و توجیہات بیان کی گئی ہیں اور یہ حصہ قابل توصیف ہے۔ یہ شرح ۱۳۱۲ھ میں لکھنؤ میں چھپ گئی تھی اور اس خاکسار کے پاس اس کا ایک مخطوطہ بھی موجود ہے۔

ج) بارھویں صدی ھجری کے مشہور دانشمند اور نکتہ دان صوفی خواجہ ایوب کی ''شرح اسرار الغیوب '' (مؤلفہ ۱۱۲۵ھ) جس میں مثنوی شریف کی مشکلات کو خاطر خواہ حل کیا گیا ہے۔ پہلے مشکل الفاظ اور اس کے بعد مشکل اشعار کی شرح بیان کی گئی ہے۔ دوسرے مؤلفین اور شارحین کی آراء اور بزرگان تصوف کی باتوں کو اس نے صرف نقل ھی نہیں کیا، ان کی نقد و تعدیل بھی کی ہے۔ مولانائے رومی کے احوال اور روحانی تصرفات کو بھی شارح نے بڑے معتدل انداز میں بیان کیا اور اشعار کے معنی کو واضح کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ اس نادر شرح کا ایک مخطوطہ مرقومہ ۱۲۰۰ ق کو همارے معاصر صاحبدل شاعر محمد هاشم میرزا (متوفی ۱۳۱۹ھ ش) رحمۃ اللہ علیہ نے اس خاکسار کو عنایت فرمایا ہے۔

د) ولی محمد اکبر آبادی کی شرح مؤلفہ ۱۱۴۰ ھ ق ... یہ مثنوی شریف کی پورے چھ دفتروں کی شرح اور مفید کتاب ہے اور بعض باتوں کی اس میں بڑی لکتہ رسی نظر آتی ہے۔ یہ شرح بھی لکھنئو سے چھپی ہے۔

ھ) عبدالعلی محمد بن نظام الدین بحرالعلوم کی معروف شرح بھی چھ دفتروں کی شرح ہے (مطبوعہ لکھنئو)۔ اس شرح میں بیشتر مطالب ویسے ھیں جیسا کہ ولی محمد اکبر آبادی کی شرح کے۔ البتہ یہ دونوں شارح مولانا کے افکار کی محی الدین ابن عربی کے نظریات سے تطبیق کرنے کی کوشش میں مطلوبہ نتائج کے حاصل کرنے میں ناکام ھو کر بہت دور جا پڑے ھیں۔

و) فلسفی حاج ملا ھادی سبزواری (م ۱۲۹۰ ھ ق) کی ''شرح اسرار سبزواری'' جو ۱۳۸۵ ھ ق میں تہران میں چھپی ہے۔ اس شرح میں مؤلف نے کوشش کی ہے کہ مولانا کے نظریات کو فلاسفہ اسلام خصوصاً صدر الدین ملا صدر شیرازی کی آراء کے ساتھ تطبیق دے۔ جن کی شرحوں کا یہاں تک ذکر کیا یہ سب فارسی میں ھیں۔

ز) اسمعیل انقروی کی ترکی شرح ''فاتح الابیات'' جو پوری مثنوی کی شرح ہے قاھرہ (مصر) کے مطبع خدیو میں چھپی ہے فاضلانہ اور محققانہ شرح ہے۔ ترکی دان دوستوں کی مدد سے میں نے اس سے خاطرخواہ استفادہ کیا ہے۔

ح) یوسف بن احمد مولوی کی شرح ''المنہج القوی'' (بزبان عربی) یہ شرح ۱۲۳۵ ھجری میں لکھی گئی اور ۱۲۸۹ ھجری میں مصر میں چھپی ہے۔ مؤلف نے پہلے مثنوی کے ھر بیت کو غیر فصیح عربی عبارت میں ترجمہ کیا پھر اس کی شرح لکھی ہے۔ بظاھر یہ فاتح الابیات ترکی کی عربی میں ترجمہ سی ہے۔

ط) قاھرہ یونیورسٹی نیز عربی یونیورسٹی بیروت کے استاد ڈاکٹر محمد کفافی کی شرح (مطبوعہ بیروت ۱۹۶۵ء)۔ یہ مثنوی شریف کے صرف دفتر اول کی شرح ہے جو بڑی فاضلانہ اور لائق تحسین ہے۔ مؤلف نے مثنوی شریف کے اشعار کو عربی میں ترجمہ کیا اور پھر ان کی شرح لکھی ہے۔

ی) معروف مستشرق آنجہانی ر۔ا۔ نکلسن کی شرح مثنوی (مطبوعہ لیڈن ۱۹۳۷ء) بزبان انگریزی ہے۔ فاضل مستشرق نے بڑی دقت نظر سے کام لیا اور معتبر مآخذ و منابع سے استفادہ کیا ہے۔ مثنوی شریف کے اسرار و رموز سمجھنے کی خاطر یہ ایک قابل قدر تصنیف ہے۔ بعض مشکلات کو حل کرنے کی خاطر میں نے اس سے رجوع کیا اور اس سلسلے میں دوست گرامی جناب ڈاکٹر امیر

حسین آریان پور نے راقم سے معاونت کی ہے (انتخاب مقدمہ جزو اول)۔

''الفاظ کی شرح میں ہم نے صوفیہ، فلاسفہ، متکلمین، اطباء اور ریاضی دانوں کی اصطلاحات سے استفادہ کیا ہے۔ زیادہ مطالب تو تصوف اور علم کلام کے ہیں، لیکن فقہ اور فلسفہ کے مفاہیم بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ ہر ایک مبحث کی خاطر میں نے مختلف علمائے فن کی اسناد سے استفادہ کیا اور ضروری مآخذ نقل کردئے ہیں۔ قرآن مجید کی ان آیات کی تفسیر کے لئے جن کی خاطر مثنوی شریف میں تضمین یا اشارہ موجود ہے ہم نے یہ روش اختیار کی کہ معتبر تفاسیر سے استفادہ کیا جائے مگر میں ایک بار پھر، روایتی کسرنفسی سے قطع نظر، اظہار حقیقت کی خاطر یہ بات واضح کردوں کہ میری شرح میں بڑے نقائص موجود ہیں۔ کئی بار ایسا ہوا کہ میں مولانائے روم کی عظمت فکر سے اس قدر مرعوب بلکہ سراسیمہ ہو گیا کہ شرح نویسی کے خیال سے منحرف ہونے لگا۔ سوچا کہ آخر میں نے اس بار عظیم کو برداشت کرنا کیوں قبول کرلیا ہے؟ پھر مولانا کے کلام کی تاثیر اور ان کے باطنی فیوض نے مجھے یہ کام جاری رکھنے پر مائل کر دیا۔ میں اظہار ارادت کی خاطر یہ کام انجام دے رہا ہوں مگر تکمیل کار کا کوئی ادعا نہیں ہے (انتخاب مقدمہ جلد دوم)۔

شرح مثنوی کے جزو سوم میں راقم الحروف نے ''کشف اسرار معنوی در شرح ابیات مثنوی'' مؤلفہ عبدالحمید بن معین الدین محمد بن محمد ہاشم الحسینی القتالی الرفاعی التبریزی (بظاہر گیارھویں صدی ہجری کا مؤلف) سے بھی استفادہ کیا ہے (۱) مخطوطہ برٹش میوزیم میں موجود ہے (فہرست جلد دوم صفحہ ۵۸۸ نمبر ۴۰۸۰ء ۲۵) اور کاتب محمد مہدی نے تاریخ کتابت ۱۱۴۱ ہجری درج کی ہے.... 'رفاعی' نسبت اس بات کی غماز ہے کہ مؤلف چھٹی صدی ہجری کے مشہور صوفی سید احمد رفاعی (۵۱۲ - ۵۷۸ھ) کے سلسلہ رفاعیہ (یا بطائحیہ) سے منسلک تھا۔ شرح کا دیباچہ اس حقیقت کا مظہر ہے کہ مؤلف مدتوں مثنوی معنوی کو مطالعہ کرتا رہا ہے۔ اس نے مثنوی کی مشکلات کو حل کرنے، اس کتاب سے دلچسپ نکات اخذ کرنے اور پھر شرح لکھنے کا منصوبہ بنایا تھا.... ابتدا میں عرفانی اور صوفیانہ مطالب کے حامل نو مقدمے لکھے ہیں جن کے عناوین یوں ہیں: ۱۔ ذات، حقیقت، ہویت، ماہیت اور ان اصطلاحات سے مربوط مطالب کے بارے میں

---

(۱) یہاں فاضل استاد نے شارح کا دور حیات متعین کرنے کے سلسلے میں داد تحقیق دی ہے (مترجم)۔

گزارشات ۔ ۲۔ وجود اور موجود ۔ ۳۔ مراتب الوجود ۴۔ صفات، مظاهر صفات اور ذات سے ان کی نسبت ۵۔ امہات الصفات ۶۔ مظاہرالصفات ۷۔ ایجاد و ابداع کے راز کے بارے میں ۔ ۸۔ عالم ارواح اور عالم ابدان سے قبل اس کی تخلیق کی حقیقت کے بارے میں ۹۔ ارواح اور ابدان کے تعلق کے ضمن میں۔

. . . . مذکورہ نہ گانہ مقدمے اور شرح ابیات کے مباحث، محی الدین ابن عربی کی کتب، صدر الدین محمد بن اسحٰق قونوی کی ''مفتاح الغیب'' اور ''تفسیر سورہ فاتحہ'' نیز داؤد قیصری کی 'شرح فصوص الحکم' سے ماخوذ اور متاثر ہیں ۔ ظاہر ہے کہ مولانا روم کے افکار سے ان مباحث کو کوئی سروکار نہیں ہے ۔

. . . . یہ شرح خواہ مخواہ کی دورازکار اور تکلف آمیز مباحث سے پر ہے اس کے باوجود بعض مطالب کی گہرائی اور گیرائی سے انکار نہیں کیا جاسکتا افسوس کہ مؤلف کو صرف دو دفتر کی شرح لکھنے کا موقع مل سکا ہے (انتخاب مقدمہ جزو سوم)''(۱)

نمونہ تشریح بیت اول :

''بشنو این نی چون شکایت می کند　　از جدایئها حکایت می کند

مثنوی کے شارحین نے اس شعر کی شرح میں مختلف معانی بیان کئے ہیں جن کو ہم اجمالاً نقل کر دیں گے لیکن یاد رہے ''نے'' سے مولانا کی مراد یہی دل نواز ساز ہے جسے پھونکا جاتا ہے ۔ مولانائے رومی موسیقی دان تھے اور ''نے نوازی'' سے انہیں خاصا لگاؤ تھا۔ اپنی غزلیات میں بھی انہوں نے ''نے نوازی'' سے لگاؤ کے اشارات فرمائے ہیں۔ مثلاً

دلم را نالهٔ سر نای باید　　که از سر نای بوی یار آید
ای در آورده جهانی راز پای　　بانگ و بانگ نای و بانگ نای

ای نای خوش نوای که دلدار و دلخوشی
دم می دهی تو گرم و سرد می کشی
ای نای بس جوشست کز اسرار الهی
کار او کند که دارد از کار آگهی (۲)

---

(۱) (مثنوی شریف کی دیگر ترکی، عربی اور فارسی شروح سے آگاهی کی خاطر ملاحظہ ہو مجلہ آریانا (کابل) بابت مئی جون ۱۹۷۱ء میں مائل هروی کا مقالہ ''شروح مثنوی'' از صفحہ ۱۹ تا ۴۲ (مترجم) ۔

(۲) دیوان کبیر بتصحیح استاد فروز انفر ابیات ۶۹۹، ۳۰۸۳۲، ۳۱۹۲۵، اور ۳۱۸۹۷

یہ "نے" ایک تمثیل ہے جس سے مراد خود مولانا کی ذات ہے جو خود پسندی سے خالی اور عشق معشوق کے تصرف میں ہے۔ یہ معشوق شمس تبریز، حسام الدین چلپی یا خدا کی ذات ہو سکتی ہے اس لئے کہ مولانائے رومی کے جذبۂ عشق کے تصرف سے خدا بھی ماوراء نہیں ہے۔ سب جانتے ہیں کہ جب تک شمس تبریز کے عشق سے مولانا کا پیمانہ جان لبریز نہ ہوا تھا، آپ شعر نہیں کہتے تھے اور منظوم باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے شاعری شروع کی اور عاشقانہ مضامین میں لگ گئے اور ایک عالم کو عشق میں سرمست کردیا۔ اب آپ نے سماع و رقص کی محافل بھی سجائیں۔ اس خاطر ان اسرار کے بیان کرنے میں آپ محرک عشق و معشوق تھے جو باہم متحد ہیں۔ جو کچھ آپ نے فرمایا یہ آپ کا کہا ہوا نہیں ہے۔ یہ آن کے معشوق کی نوائے دل انگیز اور حرف جان نواز ہے جو ان کے گلے سے نکلتا ہے۔ انہوں نے جو کچھ کہا ہے محبت ہو، سختی، وصال کی دل‌آویز بات ہو، یا فراق کا دردناک نالہ، نصیحت ہو یا تنبیہ، سب معشوق کی گفتار ہی ہے۔ یہ عشق و معشوق کی بات ہے جو انہیں کہیں کا کہیں لے جاتی رہی ہے۔ شمس الدین افلا کی، (۱) صاحب مناقب العارفین اور دوسروں کی روایات سے ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ مولانا نے اس مثنوی شریف کو دس سال یا اس سے کچھ زیادہ مدت میں کہا اور حسام الدین چلپی اسے لکھتے رہے ہیں۔ مولانا نے اس کتاب کو عام شاعروں کی روش پر نہیں لکھا۔ اس میں خیال بافی یا تک بندی نہیں بلکہ باطنی ہیجان اور سوزش دروں ہے جس نے معانی کا جامہ پہن لیا ہے۔ دوسرے شعرا کی مانند تامل و تفکر اور غور و تعمق کی مولانا کو ضرورت نہ تھی۔ اسی خاطر وہ خود کو "نے" سے تشبیہ دیتے ہیں جو بیچ سے خالی ہے یہاں بھی مشہور ساز مراد ہے نہ کہ قلم، قلم اعلیٰ، اور حقیقت محمدی وغیرہ خود مثنوی اور مولانا کی غزلیات کے چند شواہد ملاحظہ ہوں۔

ما چو نائیم و نوادر ما ز تست   ما چو کوهیم و صدا در ما ز تست

عالم چو سرنائی و او در هر شکافش می دمد

هر نالهٔ دارد یقین زان دو لب چون قند، قند

---

(۱) مثنوی معنوی نمبر ۵۹۹ اور دیوان کبیر ابیات نمبر ۵۶۶۳، ۲۵۶۹، ۹۲ تا ۹۵ ۱۳۶۸۵، ۱۷۱۸۳، ۲۰۳۷۳، ۲۱۷۵۰، ۲۳۵۱۲، ۲۵۳۹۲، ۲۶۳۳۹، ۲۸۵۶۲ - ۶۳ - ۳۰۳۷۵، ۳۰۱۶۱ اور ۱۳۶۶۳

اندر دل آوازی پر شورش و غمازی
آن نالہ چنین دانم کو نائی تو می آید
بحق آن لب شیریں کہ می دمد درمن کہ اختیار ندارو بنالہ ایں سرنا
مقبل ترین و نیک پی در برج زهوا کیست؟ نے
زیرا نہد لب بر بست تا از تو آورد نوا
نیها و خاصہ نیشنز بر طمع ایں بستہ کمر
رقصان شدہ در نیستان یعنی تعز من تشاء
بدبی تو چنگ ونی حزین برد آن کنار و بوسہ ایں
دف می گفت می فن رخم تا روی من یا بد بها (۱)
بسیار گفتم اے پدر دانم کہ دانی ایں قدر
کہ چون بینم بے پا و سردر پنجۂ آن نائیم
همہ پر بار از آنم کہ صنم نای و تونائی
چو توی خویش من ای جان پی ایں خویش پسندم
مثل نای حمادیم و خمش بے لب تو
چہ نواها زنم آن دم کہ دمی در نائم
من نخواهم کہ سخن گوئم الا ساقی
بے دمد در دم ما زانک چو نای انبانم
عاشقان نالاں چون نای و عشق همچو نای فن
تاچها در می دمد ایں عشق در سر نای من
دف منی هیں مخور سیلی هر نا کسی
نای صفی هیں مکن از دم هر کس فغان
تو چو سر نای منی بے لب من نالہ مکن
تا چو چنگت ننوازم زنوا هیچ مگو
مرا چو نے بنوا زند شمس تبریزی
بہار برنی و مطرب زغم خروشیدہ

---

(۱) خواجہ حافظ شیرازی کا شعر ہے
همچو چنگ از بکناری کام دلم از اب خویش چو نے یک نفسی بنوازم
(فروزانفر کا حاشیہ)

دهان عشق می خندد که نامش ترک گفتم من
خود این او می دمد در ما که مانائیم و او نائی
منم نای تو معذورم دریں بانگ
که بر من هر دمی دم می گماری
همه دمهای این عالم شمرده است
تو ای دم چه دمی که بے شماری
همچو نائم زیست می چشم و می نالم
کم زنم تا نکند کس طمع انبازی
بدرون تست مطرب چه دهی کمر، طرب
نه کمتر تن زنائی نه کست جان زنائی
چگونه زار ننالم من از کسی که گرفت
بهر دودست و دهان او مرا چو سرنائی
برباد لب دلبر خشکست لب مهتر
خوش باشکم خالی می نالد چوں سرنا
خالی شو و خالی به لب برلب نائی نه
چون نی زد مش بر شوو آنکه شکر میخا

دوسرے مقامات پر مولانا نے صوفیہ کے احوال ''فنائے فعل یا فنائے انفعالی'' کو تمثیلی رنگ میں چنگ، رباب، طبل، کوس اور دھل وغیرہ کی مثالوں سے واضح فرمایا ہے۔ وجہ ظاہر ہے: بجانے والے کے ضرب زخمہ کے بغیر ان میں سے کسی کی بھی آواز نہیں نکل سکتی۔ راشگر یا نوازندہ ھی ان سے کام لیتا ہے۔ مولانا فرماتے ھیں:

ماچو چنگیم و تو زخمه می زنی زاری از مانے، تو زاری می کنی(۱)
شادہا، چنگ تنی کز دست جان حق بسندش
بر کنار خود نهار و ساز آنرا هو کند
گرید و نیکیم تو از ما مگیر ماهمه چنگیم و دل ما چو تار

(۱) شیخ سعدی شیرازی کا شعر ہے
همچو چنگم سر تسلیم و ارادت در پیش
تو بهو ضرب که خواهی بزن و بنوازم
(حاشیه از استاد فروز انفر)

گاہ یکی نغمہ تر می نواز گاہ و تر بگزر و در خشک آر
گر ننوازی دل این چنگ را بس بود اینش کند نہی بر کنار
من خمش کردم توم بگزاشتی ہمچو چنگم سخرۂ افغان تو
جملہ سوال و جواب زدست منم چوں رباب
می زندم او شتاب زخمہ کہ یعنی بنال
یکدم بانگ نجات یکدم آواز مات
می زند آن خوش صفات برس و بر وصف حال
ہمہ چو کوس و چو طابیمم دل تہی پیشت
بر آوریم فغان چوں نے تو زخم دوال
بگفت دل کہ سکستن ز تو چگونہ بود
چگونہ بے ز دہل زن کند غربو دہل
ہمۂ جہان دہلند و تو می دہل زن و بس
کجا روند ز تو چونک نستہ است سبل
جواب دار کہ خود را دہل شناس و مباش
گہی دہل زن و گاہی دہل کہ آرد ذل (۱)

ممکن ہے کہ مولانا کی نظر اس عربی عبارت پر رہی ہو: مثل المومن کمثل المزمار لا یحسن موتہ الا بخلاء بطنہ (مومن کی مثال مزمار کی ہے جس کی آواز اسی وقت اچھی لگتی ہے جب اس کا باطن خالی ہو) ۔ مولانا نے اسے حدیث نبوی خیال کیا اور مثنوی (ج چہارم بیت ۲۱۳) نیز دیوان کبیر (ابیات ۲۷۳۶اور ۱۸۲۳۵) میں اس سے استشہاد کیا ہے ۔ یہ عبارت کسی قدر تغیر کے ساتھ ایک بڑے صوفی ابو طالب محمد بن علی بن عطیہ مکی (متوفی ۳۸۲ھجری) سے منسوب ہے جسے ہم نے ''احادیث مثنوی (طبع دانشگاہ تہران ص ۲۲۲) میں نقل کیا ہے اور کسی قدر تفاوت کے ساتھ یہ بات کسی بادیہ نشین نے کہی تھی('عیون الاخبار' جلد سوم، مصر صفحہ ۲۲۲) ۔ مولانانے رومی اپنی وسعت فکر سے رائی کو پہاڑ کی صورت میں جلوہ گر کرتے اور مختصر سے مطلب کو نہایت زوردار معانی دیتے ہیں ۔ اس تشبیہ کو انہوں نے مثنوی کے آغاز اور دیوان کبیر میں اس زور شور سے بیان فرمایا ہے جس کی نظیر کسی اور کتاب کے دیباچے میں نظر

(۱) دیوان کبیر ابیات شمارہ ۵۷۷۷ ، ۱۶۳۷۱ ، تا ۷۳ ، ۲۳۵۹۱، ۱۳۲۹۵ ، ۱۳۲۵۶ ، ۱۳۳۵۶ تا ۳۵ - ۹) از قوت القلوب

نہیں آتی ہے ۔ خود مولانا کے کلام کے ان شواہد کی روشنی میں اس بات میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا کہ اس شور انگیز ''نے'' سے مراد خود ان کی ذات ہے جس میں عشق پھونکا جاتا رہا اور پھر اس سے روح پرور نغمے نکلتے رہے ہیں مولانا مخاطبین سے کہ رہے ہیں : یہ نغمات میرے نہیں ، انہیں جذبہ عشق یا معشوق نے کہا ہے۔ اس سرود آسمانی کی ادائیگی میں میرا کام ایک آلے 'نے' کا ہے ۔ میں وہ سوختہ بال پروانہ ہوں جسے شمع حقیقت نے جلا دیا ہے میری آواز اپنی نہیں، ندائے عشق کے نغمے مجھ سے سرازبر ہو رہے ہیں ۔ عشق نے میرے تار و پود بدن کو ''نے'' بنا دیا ہے اور اب دوسرے روح نواز اور غم انگیز نغمے سنتے رہیں گے ۔

مولانا کی مثنوی شریف کا یہ مقدمہ کتنا لطیف اور بدیع المعانی ہے ۔ اس کے مقابلے میں ان مصنوعی اور بے لطف مقدموں کو ذہن میں لائیے جنہیں اکثر شاعر اور مؤلف لکھتے رہے ہیں ۔ اس مقدمے میں مولانا نے اپنے ان کوتاہ نظر معاصرین اور ظاہر بین شریعت پناہوں کی کور ذوقی کی طرف بھی اشارہ کر دیا جو رقص و سماع کو خلاف شرع کام سمجھتے تھے۔ '' ہر کسی از ظن خود شد یار من '' اور ''سر من از نالہ من دور نیست '' نیز '' در نیابد حال پختہ هیچ خام '' وغیرہ سے بظاہر ایسے ہی لوگوں کی طرف اشارہ ہے ۔ یہ تعریفی بات جو ہم نے بیان کی یہ دو شارحین کے اقوال سے ماخوذ ہے۔ کمال الدین حسین خوارزمی نے اس کی طرف اشارہ کیا اور مولانا عبدالرحمن جامی نے اسے بصراحت لکھا۔ دوسرے متعدد شارحین نے جامی سے قول نقل کیا ہے۔

البتہ شارحین مثنوی نے '' نے '' کی مختلف تاویلات اور توجیہات کی ہیں مثلاً :

۱ - ''نے'' سے مراد مرد کامل ہے ۔ '' نے'' کے فارسی میں ایک معنی نفی (نہیں) کے ہیں اور مرد کامل بھی فنائے ذات (نفی ذات) کر چکا ہوتا ہے۔ ''اس پر دوسروں کی طرف سے یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ایک تو نفی والا ''نے'' کسرہ کے ساتھ ہے نہ کہ فتحہ کے ساتھ ۔ پھر مرد کامل وہ ہے جو (صوفیہ کی تعبیرات کی رو سے) وصال سے بہرہ مند ہو نہ کہ درد فراق کا شاکی ۔ صاحب فراق کی جو کیفیت اس شعر اوراس سے بعد والے اشعار میں بیان کی گئی 'وہ' '' مرد کامل '' کے ان معانی سے ہم آہنگ نہیں ہے ۔ اس اعتراض پر بھی دوسروں نے اعتراض کئے ہیں جس کا محاصل یہ ہے : مراتب کمال کی کوئی انتہا نہیں ۔ اگر سیر الی اللہ کی منزل ختم ہو جائے تو سیر فی اللہ کی منزل تو

کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ البتہ لفظ ''نے'' فتح اول کے ساتھ بھی فارسی میں نفی کے طور پر مستعمل رہا ہے۔
حکیم فردوسی کا شعر ہے:-

دل پارسی با وفا کی بود چو آری کند رای او فی بود (۱)

اب بھی بشرویہ اور طوس میں ''نے'' کو اسی طرح ادا کرتے ہیں۔ ان علاقوں خصوصاً دیہاتوں میں ابھی تک یائے مجہول کا بھی رواج ہے۔

۲- ''نے'' سے مراد روح قدسی اور نفس ناطقہ ہے جو اپنی اصل سے دور قفس تن میں محبوس اور فریاد کناں ہے۔ روح سفر اور جدائی سے نالاں ہے اسی مناسبت سے بعض شارحین نے لکھا ہے کہ دوسرے شعر میں لفظ ''نیستان'' سے مراد عالم مجردات اعیان ثابتہ ہے۔

۳- ''نے'' سے مراد قلم ہے اور شاید اس طرح کہ قلم کو لوح سے ممیز کیا جائے۔

۴- ''نے'' حقیقت محمدی ہے جس میں لوح شامل ہے اور قلم بھی۔ بعثت نبوی کا آغاز لفظ ''اقرا'' سے ہوا۔ مولانا نے مثنوی کا آغاز ''شنو'' سے کیا جو قرآن مجید کی اس آیت سے مناسبت رکھتا ہے: واذا قری القرآن فاستمعوا وانصتوا... الخ''
یہی چار باتیں اکثر نظر آتی ہیں اور سب ہی مولانائے رومی کے مزاق سے بعید ہیں۔ اس کی ظاہری وجہ یہ ہے کہ مثنوی کے متاخر نسخوں میں اس شعر کا پہلا مصرع میں آیا ہے: ''بشنو از نے چوں حکایت می کند۔'' قونیہ کے سب سے اصح اور اقدم مخطوطے میں یہ شعر اسی طرح ہے جیسا کہ ہم نے نقل کیا ہے۔ یہ مخطوطہ اس مخطوطے کی نقل ہے جو مولانائے روم اور حسام الدین چلپی کی محافل میں موجود رہا ہے۔ اسماعیل انقروی اور یوسف بن احمدمولوی نے بھی اسے ہمارے متن کے مطابق نقل کیا ہے۔ اس شعر کی موجودہ صورت کی مناسبت سے نیز مولانا کی مثنوی کی دوسرے موارد اور دیوان کبیر نے استشہارات کی روشنی میں ''نے'' کو حقیقت محمدی یا روح قدسی وغیرہ کہنا ایک بے معنی توجیہہ ہوگی۔ واللہ اعلم۔(۲)

---

۱) شاہ نامہ طبع بروخیم جلد ۷۔ بیت شمارہ ۲۲۳۰۔

۲) یہ نمونہ شرح مثنوی شریف کی تین جلدوں کو مطالعہ کرنے کی خاطر ایک ترغیب کے طور پر ہے اور ''هزار ابیات'' کی شرح میں میرے مرحوم استاد بلا شبہ ہزاروں مآخذ پیش نظر رکھے ہیں۔(مترجم)

IQBAL ACADEMY PAKISTAN LIBRARY. Acc. No 17035 LAHORE.

87A

IQBAL REVIEW

Journal of the Iqbal Academy Pakistan

This Journal is devoted to research on the life, poetry and thought of Iqbal and on those branches of learning in which he was interested: Islamic Studies, Comparative Religion, Philosophy, History, Sociology, Languages and Literature, Art and Archaeology.

Published alternately
in
English and Urdu

Subscription

(*for four issues*)

Pakistan	Foreign countries
Rs. 15/-	$ 5.00 or £ 1.75

Price per copy

Rs. 4/-	$ 1.50 or £ 0.50

All contributions should be addressed to the Secretary Editorial Board, *Iqbal Review*, 43-6/D, Block No. 6, P.E.C.H.S., Karachi-29. The Academy is not responsible for the loss of any article.

Published by
Abdul Hameed Kamali. Secretary of the Editorial Board of the *Iqbal Review* and Director. Iqbal Academy Pakistan. Karachi.

Printed at
AL-HAMD Printing Industries
29-48. Saudabad Market. Karachi-37.

87B

IQBAL REVIEW

Journal of the Iqbal Academy Pakistan

July 1972

IN THIS ISSUE

Existential Phenomenology	...	*Bakhtiar Husain Siddiqui*
Iqbal and Our Problems	...	*S. A. Vahid*
Iqbal's Court	...	*Nazir Ahmed*
Rise and Fall of Nations	...	*Raziuddin Siddiqui*
Translation of the *Falak-i Mushtari* from the *Javid Nama*	...	*Rafique Khawar* (Translator)
Abstracts from Ferozanfer's Work on the *Mathnavi-i-Rumi*	...	*Muhammad Riaz*

IQBAL ACADEMY PAKISTAN
KARACHI

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006